شگفتہ خورشید*

فیض کی مذہبی تلمیحات کا جائزہ

Abstract: *Faiz Ahmad Faiz was a Pakistani intellectual and a revolutionary poet. He is the prominent poet of sub-continent. He was a notable member of the progressive writers Movement. His poetry is in fairly strict diction; his poems maintain a casual and conversational tone. Faiz was an avowed supporter of Sufism. He has closed relations with several Sufi Saints of his time. So, this influence can be seen in his poetry. His poetry has every kind of allusions, like historical and religious. 50% of the religious allusions in Faiz poetry are taken from Quran, Hadith and Islamic History. It shows his love for religion of Islam. He has used these allusions in his poetry in different aspects. He gave to these allusions the newer meanings. This paper highlights the religious allusions in the poetry of Faiz.*

شاعری جذبات کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ شاعری ایجاز واختصار، رمز و کنایہ کی خصوصیات سے مزین ہوتی ہے۔ شاعر اپنی بات علم بیان اور علم بدیع کے اصولوں سے حسین بناتا ہے۔ علم بدیع کی صنعتِ تلمیح ایجاز و اختصار کا بہترین نمونہ ہے۔ مختصر الفاظ میں کسی تاریخی واقعہ، کسی حدیث یا آیاتِ قرآنی کی طرف اشارہ کرنا تلمیح کہلاتا ہے۔ ان لفظوں سے قاری کا ذہن پورے واقعے تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔

فیض احمد فیض شاعر، نثر نگار، صحافی کی حیثیت سے بلند مقام رکھتے ہیں۔ وہ دبستان لاہور کے اہم شعراء میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری میں علامت نگاری، استعارہ، لفظی تلازمات، نغمگی اور کلاسیکی فضا اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر ایک ایسا مرقع پیش کرتی ہیں کہ انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فیض کے کلام میں نیا رنگ و آہنگ ان کو منفرد شخصیت عطا کرتا ہے۔ انھوں نے نئے تجربات کیے، پرانے استعارات کو نئے مفاہیم سے آشنا کیا۔ فیض کی شاعری مشرقی و مغربی روایات کا حسین امتزاج ہے۔ انھوں نے روایت کے راستے سے پیوستہ رہ کر ایک الگ پگڈنڈی پر چلنا پسند کیا۔ یہی منفرد راستہ، اسے دوسرے ہمعصر شعراء سے امتیاز بخشتا ہے۔ فیض احمد فیض نے اپنی شاعری میں تلمیحات کا قیمتی سرمایہ بھی شامل کیا ہے۔ انھوں نے اپنا انفرادی رنگ یہاں بھی قائم رکھا ہے۔ ان کی تلمیحات نئے پیرائے میں مستعمل نظر آتی ہیں۔ فیض نے اپنی شاعری میں جو تراکیب و تلمیحات استعمال کی ہیں وہ زیادہ تر فارسی اور عربی زبان سے لی گئی ہیں۔ عربی زبان کی تلمیحات کا اصل ماخذ قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام ہے۔

* سینئر سبجیکٹ اسپیشلسٹ (اردو)، گورنمنٹ گرلز ہائر سیکنڈری اسکول راجہ جنگ

فیض احمد فیض کی مذہبی تلمیحات اس بات کی غماز ہیں کہ فیض کو مذہب سے کس حد تک لگاؤ تھا۔ فیض احمد فیض کو مذہب اسلام سے بچپن ہی سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ ان کی والدہ ایک مذہبی، تہجد گزار خاتون تھیں جن کی آغوش میں فیض نے پرورش پائی۔ ان کے والد انہیں مسجد میں ساتھ لے جاتے جہاں ابراہیم سیالکوٹی سے تلاوت کلام پاک سنتے اور متاثر ہوئے۔ بچپن میں قرآن پاک کے چند سپارے بھی حفظ کیے جو چند وجوہ کے باعث مکمل نہ کر سکے، جس کا ان کو عمر بھر پچھتاوا رہا۔ جب آپ جیل میں تھے تو وہاں قیدیوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے تھے۔ فیض کی مذہبی تلمیحات کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے صرف دین اسلام ہی سے تلمیحات اخذ نہیں کیں بلکہ عیسائیت، بدھ مت اور یہودیت، ہر مذہب سے لی ہیں۔ اس سے ان کی وسعت نظری اور انسان دوستی کا ثبوت ملتا ہے۔ "ترقی پسند تحریک" کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فیض احمد فیض واحد شاعر ہیں جنھوں نے مذہب اسلام سے اپنا ناتہ پوری طرح جوڑے رکھا اور مذہبی تلمیحات کو استعمال کیا ہے اور یہ ان کی معاصر شعرا سے برتری عیاں کرتی ہے۔ انھوں نے ان مذہبی تلمیحات کے ذریعے اپنے مخصوص سیاسی نظریات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیگر ترقی پسند شعرا کے ہاں مذہب سے دوری نظر آتی ہے جبکہ ان کے ہاں ایسا نہیں ہے۔ انھوں نے مذہبی تلمیحات میں، دامنِ یوسف، روئے مریم، دستِ عیسیٰ، کربلا، اہلِ مصر جیسی تلمیحات استعمال کی ہیں۔

جاں بیچنے کو آئے تو بے دام بیچ دی اے اہل مصر، وضعِ تکلف تو دیکھئے
انصاف ہے کہ حکم عقوبت سے پیشتر اک بار سوئے دامن یوسف تو دیکھئے (۱)

فیض احمد فیض کی شاعری میں مستعمل تلمیحات زیادہ تر مذہبی ہیں۔ یہ تلمیحات قرآن، حدیث اور تاریخ اسلام سے ماخوذ ہیں۔ یہ تلمیحات ان کی اسلام مذہب سے وابستگی ظاہر کرتی ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں نعت کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی (۲۰۱۱ء)، فیض کی نعت کے بارے میں لکھتے ہیں :

> فیض صاحب کی زندگی اور ان کی شاعرانہ نعت میں مذہب کے گہرے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کے جیل کے ساتھیوں کی شہادت موجود ہے کہ وہ ایام اسیری میں درس قرآن حکیم دیتے تھے۔ یہ روایت کہ وہ اپنی وفات سے پہلے اپنے آبائی وطن گئے اور وہاں نماز کی امامت کی۔ ان کی شاعرانہ نعت اور امیجری میں بھی مذہب اور اس کی روایات بہت نمایاں ہیں۔ ("شورش زنجیر بسم اللہ" ۲)

ان کی شاعری میں صوفیانہ رنگ جھلکتا ہے۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی (۲۰۱۲ء)، فیض احمد فیض (درد اور درماں کا شاعر) کے بارے میں جاوید اختر بھٹی لکھتے ہیں :

"فیض صاحب کی شاعری میں جیسے کہ۔۔۔ عرض کیا تھا درد، متاع درد، شہر درد، درد کا شہر، اہل درد، درد کا شجر، درد مند غرض یہ کہ متعدد بار درد کے لاحقے اور سابقے استعمال ہوئے ہیں۔ فیض صاحب نے میرے خیال میں درد کا استعارہ صوفی شعرا سے لیا ہے" (۳)

فیض کے کلام میں نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔ ان کے مجموعہ کلام" غبار ایام" میں ایک نعت فارسی زبان میں ہے، جس کے صرف پانچ اشعار ہیں۔ اس کی ہیئت غزل کی ہے۔ یہاں بھی فیض کی انفرادیت بر قرار ہے۔

اے تو کہ ہست ہر دل محزوں سرائے تو
آوردہ ام سرائے دگر از برائے تو
خواجہ بہ تخت بندہ تشویش ملک وجاں
پرخاک رشک خسرو دوراں گدائے تو (۴)

(ترجمہ) اے حضور! ہر غمگین دل آپ کی رہائش گاہ ہے۔ آپ کے لیے میں بھی ایک اور رہائش گاہ لایا ہوں۔ چونکہ آپؐ ہر دکھی دل میں رہتے ہیں اور اس کے درد سے آگاہ ہیں اس لیے میں بھی اپنا درد دل لایا ہوں تاکہ میرے دل میں قیام کرکے میرے درد و غم سے آشنا ہوں۔

جو حاکم تخت پر بیٹھا ہے وہ ملک اور اسکی دولت کا فکر مند بھی ہے یعنی غلام ہے۔ آپ کا خاک پر بیٹھا ہوا فقیر شہنشاہ وقت کے لیے حسرت اور رشک بنا ہوا ہے۔ ان اشعار میں فیض کا عشق رسول ظاہر ہوتا ہے۔ یہ عمدہ اشعار ہیں ان اشعار میں مرکب عطفی کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔

فیض کو اپنے وقت کے صوفیائے کرام سے گہری عقیدت تھی۔ ان کے ساتھ گہرے قریبی تعلقات تھے۔ بابا ملنگ صاحب، واصف علی واصف، اشفاق احمد، سید فخر الدین بالے اور بہت سے دوسرے صوفیا سے محبت کرتے تھے۔

فیض احمد فیض ترقی پسند شعرا میں مقبول ترین شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں تلمیحات کو بھی نیا انداز بخشا۔ "آدم و حوا" کی تلمیح انھوں نے نئے پیرائے میں استعمال کی ہے۔

آج تک سرخ و سیاہ صدیوں کے سائے تلے
آدم و حوا کی اولاد پہ کیا کر گزری ہے (۵)

"آدم و حوا" حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے کھنکھناتی مٹی سے بنایا، پھر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔ حضرت آدم علیہ السلام ہی سے نوع انسانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس طرح وہ ابوالبشر کہلائے۔

اس شعر میں آدم و حوا کے توسط سے اس کی اولاد یعنی بنی نوع انسان کے درمیان ہونے والی قتل و غارت، خون آلود تاریخ اور تاریک و سیاہ بختیوں کو جو انسانوں کے ذریعے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ بہت دلکش اور مختصر و جامع قلم بند کیا ہے۔ اس طرح چند الفاظ میں ظلم و

ستم، جبر واستحصال کی کہانی تحریر کر دی ہے۔ فیض احمد فیض کی مذہبی تلمیحات کے پردے میں بھی معاشرتی ناہمواریوں اور ناانصافیوں کا پتہ چلتا ہے ان کی بہت سی تلمیحات واقعہ قیامت کی وضاحت کرتی ہیں جو معاشرے کے ظلم و جبر کو ظاہر کرتی ہیں۔ ”آمد صر صر“ کی تلمیح کے پس پردہ بھی ایسے ہی جذبات پوشیدہ ہیں۔

”صر صر“ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مطلب ہے تیز چلنے والی، (ہوا)۔ ”آمد صر صر“ یعنی باد صر صر کا عذاب حضرت ہود علیہ السلام کی قوم پر ان کی نافرمانیوں اور بہت ہٹ دھرمیوں کے باعث نازل ہوا۔

یہ قوم ”عاد“ کہلاتی ہے۔ اس قوم نے حضرت ہودؑ اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جھٹلایا۔ اس قوم کا ذکر قرآن پاک کی سورہ اعراف، سورہ ہود، سورہ یٰسین، سورہ انعام، سورہ مومنون، سورہ اسراء، سورہ فجر، سورہ الشعراء، احقاف، سورہ الحاقہ، سورہ القمر کی مختلف آیات میں مذکور ہے۔ سورہ القمر میں ”باد صر صر“ کا ذکر موجود ہے اور اس کے لیے ”رِیۡحًا صَرۡصَرًا“ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور قرآن پاک کی سورت قمر کی آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱ میں مذکور ہے۔ ”آمد صر صر“ کی وحشت اور اس کی ہولناکی کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

> ”بہت تیز چلنے والی نہایت ٹھنڈی سخت سنسنانے والی، حتیٰ کہ ان میں کوئی نہ بچا سب ہلاک ہو گئے اور وہ دن مہینہ کا پچھلا بدھ تھا“ (۶)

سورہ ”احقاف“ میں بھی ”بادِ صر صر“ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: علامہ عمادالدین‘(۲۰۱۳ء)’قصص الانبیا“ میں تفسیر بیان کرتے ہیں:

> ”پھر جب انھوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا ان کی وادیوں کی طرف آتا، بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب آسمان کے کنارے پر پھیلے ہوئے بادلوں کا ظہور، درحقیقت عذاب الٰہی کی ابتدائی جھلک تھی۔ وہ لوگ قحط سالی کی مشقت میں مبتلا تھے۔ انھوں نے بارش طلب کی، جب انھوں نے آسمان کے کناروں پر پھیلے ہوئے بادلوں کو دیکھا تو اسے قحط سالی ختم ہو جانے کی نوید سمجھتے ہوئے رحمت کی بارش جانا حالانکہ وہ طوفان الٰہی تھا **”بل ھوما استعجلتم بہ“** یہی وہ طوفان الٰہی ہی تھا جس کی وہ جلدی مچاتے تھے اور مطالبہ کرتے تھے کہ اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو تو بلا تاخیر اس عذاب الٰہی کو لے آؤ“ (۷)

جیسے چراغ وحشتِ صر صر سے بے خطر
یا شمع بزم صبح کی آمد سے بے خبر (۸)

شاید کبھی اُس گیت کا پرچم ہو سرفراز
جو آمدِ صر صر کی تمنا میں نگوں ہے (۹)

جلا پھر صبر کا خرمن، پھر آہوں کا دھواں اُٹھا
ہوا پھر نذرِ صر صر یہ نشیمن کا ہر اک تنکا (۱۰)

معاشرے میں ناتواں کمزور طبقہ کا ہمیشہ سے استحصال ہوتا رہا ہے۔ جابر حکمران بادِ صر صر کی طرح مسلط ہونے کی کوشش میں رہے ہیں۔ ان حالات میں صبر کا دامن بھی لبریز ہو جاتا ہے۔ انھی حالات کی عکاسی کرتے ہوئے فیض نظر آتے ہیں۔ انھوں نے خود بھی جیل کاٹی اور ناانصافی کے نرغے میں زندگی بسر کرتے رہے اس کے باوجود وہ بے خوف وخطر زندگی گزارتے رہے۔ یہاں وہ آمد صر صر کی تمنا کرتے نظر آتے ہیں۔ انسان کا انسان کے ہاتھوں استحصال اور حکمران طبقے کی اجارہ داری نے فیض کے دل و دماغ پر گہرے نقش چھوڑے۔ ایسے معاشرے میں جہاں زبان کھولنا، ظلم کے خلاف واضح لفظوں میں کچھ کہنا ادق ہو وہاں انہوں نے تلمیحات کی آڑ میں سب کچھ عیاں کر دیا ہے۔ ''ابن آدم'' کی تلمیح کے پردے میں بھی اپنے جذبات کی عکاسی کی ہے۔

ابنِ آدم سے مراد تمام نوعِ انسانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔ اس میں اپنی طرف سے معزز روح پھونکی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پسلی سے حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔ اس طرح یہ پہلا انسانی جوڑا تخلیق کیا۔ اس جوڑے سے انسان کی نسل چلی۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی تمام اولاد ''ابنِ آدم'' کہلاتی ہے۔

تیرگی جال ہے اور بھالا ہے نور
اک شکاری ہے دن، اک شکاری ہے رات
جگ سمندر ہے جس میں کنارے سے دور
مچھلیوں کی طرح ابنِ آدم کی ذات (۱۱)

فیض نے ہر جگہ اپنا منفرد رنگ جمایا ہے۔ انھوں نے استعاروں اور تلمیحات کو نئے مفاہیم پہنائے ہیں۔ دنیا میں انسان کی حیثیت کیا ہے؟ اس کو بیان کیا ہے۔ انھوں نے انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال اس کی ناقدری کو بیان کرتے ہوئے ''ابنِ آدم'' کو مچھلیوں سے تشبیہ دی ہے۔

للہ الحمد بانجام دل دل زدگاں
کلمۂ شکر بنام لب شیریں دہناں (۱۲)

الحمد قریب آیا غم عشق کا ساحل
الحمد کہ اب صبح شہادت ہوئی نازل (۱۳)

صبر و تحمل کے حامل لوگ ہمیشہ سے اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ مشکل حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا جانتے ہیں۔ خوشی ہو یا غم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں۔ ان اشعار میں فیض غم عشق پر اور شہادت کی صبح پر غمگین نہیں ہوتے، بلکہ اس پر اللہ کی رضا سمجھ کر کلمۂ شکر ادا کرتے ہیں۔

"اُوْلِی الامر "اُن لوگوں کو "اولی الامر " کہا جاتا ہے، جن کے ہاتھ میں اسلامی حکومت کا انتظام ہوتا ہے۔ ان کی اطاعت ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اس لیے جن کو اختیار دیا گیا ہے، ان کو بھی مکمل مسلمان ہونا چاہیے۔ قرآن پاک میں سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۹ میں مذکور ہے۔

" یَااَیُّہَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَاَطِیْعُوااللّٰہِ وَاَطِیْعُوالرَّسُوْلَ وَ اُوْلِی الْاَمْرِ عِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْیءٍ فَرُدُّوْہ0 اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِااللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِکَ خَیْرً اوَّ اَحْسَنْ تَاْوِیْلًا0

"اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے" (۱۴)

ہر اک اولی الامر کو صدا دو
کہ اپنی فردِ عمل سنبھالے (۱۵)

فیض نے اس دور کے حکمرانوں کے اعمال جو وہ کرتے ہیں ان کی طرف توجہ دلائی ہے کہ حکمرانوں اور امیروں میں جو خصوصیات ہونی چاہئیں وہ نہیں ہیں لیکن ایک دن ایسا آئے گا جس دن ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ یہ غائب کی آواز ہو گی جس پر سب کو لبیک کہنا پڑے گا۔

جان بیچنے کو آئے تو بے دام بیچ دی
اے اہل مصر وضعِ تکلف تو دیکھئے (۱۶)

"اہل مصر" سے مراد مصر کے رہنے والے لوگ ہیں خصوصاً، عزیز مصر اور اس کی رعایا۔ جنھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پناہ دی۔ حاکم مصر اور مصر کے بادشاہ مراد ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے بھائیوں نے جب اندھے کنویں میں پھینکا تھا تو مصر کا ایک قافلہ آپؑ کو نکال کر مصر لے گیا اور وہاں مصر کے بازار میں آپ کو سستے داموں فروخت کر دیا اور عزیز مصر نے آپؑ کو خرید کر اپنا بیٹا بنا کر گھر لے گئے۔ اہل مصر سے یہ لوگ بھی مراد ہیں جنھوں نے آپ کی قیمت لگائی اور آپ کو فروخت کر دیا۔ قرآن پاک کی سورہ "یوسف" میں مفصل ذکر موجود ہے۔ اہل مصر کی تلمیح کے پردے میں فیض نے اپنے معاشرے کی عکاسی کی ہے۔ زمانہ قید اور مقدمہ کی سماعت کی طرف اپنے خیالات کا اظہار انھوں نے "اہل مصر" کی تلمیح کے ذریعے کیا ہے۔ انھوں نے پرانی تلمیح کو معاشرتی تناظر میں پیش کیا ہے۔ فیض نے جدید مفاہیم پہنا کر اپنی شاعری کو انفرادیت عطا کی ہے۔

کوئی مسیحا نہ ایفائے عہد کو پہنچا
بہت تلاش پس قتل عام ہوتی رہی (۱۷)

”ایفائے عہد“جب کسی سے وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنا”ایفائے عہد“ کہلاتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی متعدد مقامات پر ”ایفائے عہد“ کے متعلق آیات مبارکہ مذکور ہیں اس لیے وعدوں کا پورا کرنا بہت ضروری ہے۔ جو لوگ وعدہ پورا نہیں کرتے وہ مجرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا عہد تمام ارواح سے اپنی ربوبیت کا لیا تھا اس کو”عہد الست کہا جاتا ہے۔ فیض نے حکمران طبقہ پر طنز کی ہے کہ ہر آنے والا دن عوام کے لیے نئے عہد و پیمان کا ہوتا ہے۔ نئے نئے خواب کمزور عوام طبقہ جابر و حکمران طبقے کی طرف سے دیکھتا ہے لیکن یہ خواب اور یہ اُمیدیں راستے ہی دم توڑ جاتی ہیں جب غریب عوام کا استحصال ہوتا ہے۔ فیض احمد فیض اظہار تاسف کرتے ہیں کہ ”ایفائے عہد“ تک کوئی حکمران طبقہ نہیں پہنچا اور وعدوں کو پورا کرنے کی صرف زبانی کلامی باتیں سننے کو ملیں۔

ہوئی پھر امتحان عشق کی تدبیر بسم اللہ
ہر اک جانب مچا کہرام دار وگیر بسم اللہ
گلی کوچوں میں بکھری شورش زنجیر بسم اللہ
جہاں میں دردِ دل کی پھر ہوئی توقیر بسم اللہ
ہوئی پھر امتحان عشق کی تدبیر بسم اللہ
گنو سب داغ دل کے، حسرتیں شوقین نگاہوں کی
سر دربار پرسش ہو رہی ہے پھر گناہوں کی
کرو یا رو شمار نالہ شب گیر بسم اللہ
لگی ہے حرف ناگفتہ پر اب تقدیر بسم اللہ
سر مقتل چلو بے زحمت تقصیر بسم اللہ (۱۸)

اس نظم کا تعلق اس زمانے سے ہے جب ان کو دوبارہ جنرل ایوب کے دور میں جیل جانا پڑا۔ ”بسم اللہ“ تلمیح استعمال کر کے وہ دراصل اپنے حوصلے اور ہمت کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ فیض کا اعتماد و یقین جلوہ گر ہے۔ ان کے لیے نیا امتحان تھا لیکن وہ مایوس نہیں ہوئے، اداس نہیں ہوئے ”بسم اللہ“ کی تلمیح ان کے بلند حوصلوں کو ظاہر کرتی ہے۔

فیض کی شاعری میں مستعمل تلمیحات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں زیادہ تر مذہبی تلمیحات ہیں۔ ان تلمیحات سے ان کا مذہبی لگاؤ اور اسلام سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔ مذہبی تلمیحات مندرجہ ذیل ہیں۔

آدم وحوا، آل محمد، آمد صر صر، ابن آدم، الحمد، اولی الامر، اہل مصر، ایفائے عہد، بارشِ سنگ، بانگ قیامت، بجلی کڑ کڑ کڑ کے گی، دھرتی دھڑ دھڑ دھڑ کے گی، کوہ گراں، بسم اللہ، تقدیر، حور و قصور، خورشید محشر کی لو، دامن یوسف، دست عیسیٰ، ذوالعدل، روز حساب، روز جزا، روئے مریم، سر عرش خدا، شور حشر، صور محشر، طواف، شیخ، عبائے شیخ، غائب بھی حاضر بھی، فرشتوں کی مرثیہ خوانی، قد جاء الحق وزہق الباطل، کن فیکون، کوثر و تسنیم و سلسبیل، لوح و قلم، مسیحا، مسیحائی، منصف کا قلم، نائب اللہ فی الارض، نالہ الاماں الاماں، ید بیضاء،

یعقوب، یوسف، کنعان، مصر، ندائے غیب، واللہ، ویبقی وجہ ربک، یار غار، کعبہ، جنت الفردوس، حرم، اہل حرم، مردود حرم، امام الشہداء، ارواح شہداء، قربانی شبیر، بندہ حر، شہ لشکر احرار، بیت شبیر۔

ان تلمیحات کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض تلمیحات ایسی ہیں جو خالصتاً قرآن پاک کی آیات کی طرف نہ صرف اشارہ کرتی ہیں بلکہ ان آیات کے پورے الفاظ لیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ''قد جاء الحق و زھق الباطل'' اور **'' ویبقی وجہ ربک''** یہ قرآنی آیات کے ٹکڑے ہیں ان دو تلمیحات میں'' قد جاء الحق وزہق الباطل''، تلمیح کی روایت ملتی ہے کہ ہمارے بہت سے کلاسیکی شعرا نے اسے اپنے کلام میں استعمال کیا ہے اور اس سے حق و باطل کے درمیان جنگ اور حق کا غالب آنا اور باطل کا مٹ جانا کی طرف اشارہ ہے۔ فیض نے بھی اس تلمیح کے پردے میں پر اُمید لہجہ اپنایا ہے۔ وہ اپنے معاشرے میں ہونے والی ناانصافیوں اور ظلم و ستم کا دور ختم ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ قرآن پاک سے ہی سورہ الرحمن کی آیت سے لیا گیا ٹکڑا'' ویبقی وجہ ربک'' پوری نظم کا عنوان ہے۔ جو ان کے آدرش کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان کی ان تلمیحات میں پوری دنیا میں ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ بھی ہے مثلاً مذکورہ نظم میں انقلاب کی گونج سنائی دیتی ہے۔ اس سے ان کا نظریہ اور انقلاب کا پیغام ہے۔ غریبوں کی حمایت اور مثالی معاشرہ ان کا مقصد ہے۔ انھوں نے اپنی تلمیحات کے ذریعے اس کا پرچار کیا ہے۔ ان مذہبی تلمیحات سے فیض کا مذہبی لگاؤ اور دلچسپی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ جو ان کی اسلامی شناخت کا ثبوت ہے۔ فیض کے ہاں جہاں روایتی تلمیحات کو نئے مفاہیم عطا ہوئے ہیں وہاں انھوں نے یکسر نئی تلمیحات کو متعارف بھی کروایا ہے جو ان ہی کا حصہ ہے بلکہ وہ ان کے موجد ہیں جس سے ان کی شاعری میں جدت اور منفرد رنگ جھلکتا ہے۔ یہ نظم **''ویبقی وجہ ربک ''** ہمارے کلاسیکی شعرا کے ہاں بطور تلمیح نظر نہیں آتی ہے۔ اس سے عیاں ہے کہ انھوں نے قدیم روایتی تلمیحات کے ساتھ ساتھ نئی تلمیحوں سے اپنی شاعری کو گراں قدر بخشی ہے۔ اسی طرح ''منصف کا قلم'' ایک جدید تلمیح ہے جو اگر دیکھا جائے تو کسی دوسرے شاعر کے ہاں مستعمل نظر نہیں آتی۔ فیض نے اپنی مذہبی تلمیحات کے پس منظر میں سیاسی اور عالمی واقعات کو بھی بیان کیا ہے۔ ''سر وادی سینا'' یہ تلمیح بھی نظم کا عنوان ہے اور اشعار میں بھی یہ تلمیح استعمال ہوئی ہے۔ یہ اگرچہ'' وادی ایمن'' کی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن فیض نے عرب اسرائیل جنگ کے بعد لکھی ہے۔ اس تلمیح سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے مذہبی روایت کو ایک نئی حقیقت سے آشنا کر دیا ہے اور فلسطینیوں کو دیدہ بینا کے نظارے کے لیے مدعو کیا ہے۔ ڈاکٹر آفتاب احمد اس تلمیح کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

> ''دینی روایت کے حوالے سے وادی سینا کو ایک نئی حقیقت کا منبع بتاتے ہوئے فلسطینیوں کے ''دیدہ بینا'' کو اس کے نظارے کی دعوت دی ہے اور ان کے ''پندار جنوں'' کو اپنے غموں کی چارہ گری کے عزم و عمل کا پیغام دیا ہے جو فیض کے آدرش کے عین مطابق ہے۔ گویا یہاں انھوں نے ایک جدید خیال کا ایک دینی روایت سے اس طرح رشتہ جوڑا ہے جیسا کہ انھوں نے کئی دوسری تلمیحات کے سلسلے میں کیا تھا''(۱۹)

اسی طرح فیض کی ایک تلمیح "اولی الامر" قرآن پاک کی آیت کا ٹکڑا ہے جو اہل اقتدار کے حکم کی پیروی کرنے کی طرف اشارہ ہے۔اس تلمیح کو بھی سیاسی رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔یعنی زمین پر اہل اقتدار جب ظالم بن جائیں تو اس وقت پیروی کی بجائے نافرمانی ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔

فیض احمد فیض کی مذہبی تلمیحات کا اگر مزید تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انھوں نے اکثر تلمیحات ایسی استعمال کی ہیں جن کا اشارہ قیامت اور مناظر قیامت کی طرف ہے۔مثلاً ایک نظم ویبقی وجہ ربک" کے اشعار میں قرآن پاک کی "سورہ قارعہ" کی پوری تفسیر ہے،اس میں انھوں نے قیامت کے مناظر پیش کیے ہیں۔

جب ظلم و ستم کے کوہ گراں
روئی کی طرح اڑ جائیں گے
جب دھرتی دھڑ دھڑ دھڑکے گی
جب بجلی کڑ کڑ کڑکے گی (۲۰)

اسی طرح صور محشر، بانگ قیامت، خورشید محشر کی لو، حشر، روزِ حساب، روز جزا وغیرہ ان تلمیحات کے پردے میں فیض اس دردوالم کو واضح کرتے ہیں جو انھوں نے خود سہا ہے اور دوسروں کو برداشت کرتے دیکھا ہے۔ڈاکٹر آفتاب لکھتے ہیں۔ :

"خورشید محشر کی لو" میں دردوالم کے دنوں اور اپنے دل کی زبوں حالی کے ذکر کے بعد اس "خورشید محشر کی لو" کا انتظار ہے جس میں سارے دردوالم اور سارے جوروستم ڈھل جائیں گے" (۲۱)

فیض نے اپنی تلمیحات کو علامت کے طور پر برتا ہے۔حشر کی تلمیح ان کے ہاں انقلاب کی علامت کے طور پر مستعمل نظر آتی ہے۔اسی طرح" ذوالعدل 'اور' "روز جزا" کے پردے میں وہ معاشرتی ناہمواررویوں کو بیان کرتے نظر آتے ہیں۔مذکورہ بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ فیض نے اپنی شاعری میں رمزو کنایہ کا نیا سامان پیدا کر کے جدت کو اپنایا ہے۔انھوں نے تلمیح کو علامت کے رنگ میں اور علامت کو استعارہ کا رنگ و آہنگ عطا کر دیا ہے۔فیض کی ان تلمیحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اسلامی ادب، مسلمان لکھنے والوں کی ادبی تحریک سے متاثر ہیں۔ان کی شخصیت پر عربی ادب کے بھی گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔وہ ان تلمیحات سے اپنی اسلامی شناخت کا ثبوت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ان کی تلمیحات سے ایک اور بات واضح ہوتی ہے کہ فیض کی انقلابی جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں ایک ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔اللہ وحدہ لاشریک کی تعریف و توصیف اور ان کا ترانہ انقلاب گویا ایک ہی حقیقت کے دو روپ ہیں۔فیض کی ایرانی انقلاب کے موضوع پر نظمیں اور اشعار بھی ہیں۔انھوں نے اپنی تلمیحات میں صنعت "ذوالسانین" استعمال کی ہے۔یعنی عربی زبان کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں، اردو کے بھی اور بعض جگہوں پر فارسی زبان کے الفاظ و تلمیحات کو شامل کیا ہے۔مثلاً معجزہ" کن فیکون" الحمد، بسم اللہ جیسی تلمیحات کے الفاظ قرآنی الفاظ ہیں۔فیض کا یہ مذہبی رجحان ان کے بچپن سے ساتھ چلا آیا ہے۔گھر کا ماحول، قرآن پاک کے چند پاروں کا حفظ کر لینا، عربی زبان میں ایم۔اے، ابراہیم سیالکوٹی کی صحبت کا اثر ہے۔ان تمام شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ فیض احمد فیض اسلامی تہذیب سے بہت لگاؤ رکھتے تھے۔ان کی تلمیحات پر مذہب کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ان کی نظم "شورش

زنجیر بسم اللہ" میں تلمیح "بسم اللہ" کی تکرار ہے، یہ تلمیح انھوں نے کئی معنوں میں استعمال کی ہے، تاہم ان کی یہ نظم "بسم اللہ" کی ردیف سے مزین ہے، اگر یہ "بسم اللہ" مصرعوں میں استعمال نہ کی جائے تو نظم اور مصرعے ادھورے رہ جائیں۔

فیض کی تلمیحات میں عربی زبان میں قرآنی آیات سے ماخوذ ہیں، اس کے علاوہ قرآن کی آیات اور سورتوں کے تراجم پر بھی مشتمل ہیں۔ "روز جزاو سزا" "جو غائب بھی ہے، حاضر بھی ہے" یہ قرآنی آیات کے تراجم پر مبنی ہیں۔ فیض کی تلمیحات میں نامیاتی ترکیب پائی جاتی ہے۔ ان تلمیحات کے الفاظ روایتی تلمیحات سے ہٹ کر ہیں۔ ان میں کچھ بالکل نئی تلمیحیں ہیں جو پہلے کسی کے ہاں نظر نہیں آتی اور کچھ الفاظ کے ردوبدل سے بنائی گئی ہیں۔ "عصا" تلمیح کے ساتھ الفاظ "دربان کا عصا" استعمال کئے گئے ہیں۔ "شیخ" کے ساتھ "عبائے شیخ" حرم کے ساتھ مردود حرم مریم کے ساتھ "روئے مریم" عیسیٰ کے ساتھ دست عیسیٰ کے الفاظ روایتی تلمیحات سے زائد ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیض کو ہوبہو پیروی کرنا پسند نہیں تھا۔ وہ اپنی قوت اختراع سے نئی تراکیب و تلمیحات استعمال کر کے اپنی انفرادیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان مذہبی تلمیحات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جہاں انھوں نے اپنا انفرادی رنگ جمانے کے لیے نئے تجربات کیے وہاں انھوں نے پرانی تلمیحات کو بھی نئے مفاہیم عطا کر کے استعمال کیا ہے۔

حوالاجات:

۱۔ فیض احمد فیض "نسخہ ہائے وفا" لاہور مکتبہ کارواں، س۔ن، ص:۱۴۶

۲۔ مظہر احمد، ڈاکٹر، نجمہ رحمانی، ڈاکٹر، (مرتب) "تلمیحات" دہلی، ایم۔ آر پبلی کیشنز، طبع دوم، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۷

۳۔ محمد علی صدیقی، ڈاکٹر، "فیض احمف فیض (درداور درماں کا شاعر)" شمولہ "فنون" سہ ماہی شمارہ خاص، ۲۰۱۲ء مرتب جاوید اختر بھٹی، ص: ۱۴۰

۴۔ فیض احمد فیض، "نسخہ ہائے وفا"، ص: ۲۰۴

۵۔ ایضاً، ص: ۹۰

۶۔ امام احمد رضا بریلوی (مترجم) "کنز الایمان، ترجمۃ القرآن" لاہور، پاک کمپنی، ۲۹ نومبر ۲۰۰۵ء، ص: ۹۵۲

۷۔ علامہ عماد الدین، ابن کثیر "قصص الانبیاء" ، لاہور، مکتبہ اشرفیہ، دسمبر ۲۰۰۳ء، ص: ۳۴، ۳۵

۸۔ فیض احمد فیض، "نسخہ ہائے وفا" ص: ۸۶

۹۔ ایضاً، ص: ۲۹۷ ۱۰۔ ایضاً، ص: ۶۳۱ ۱۱۔ ایضاً، ص: ۴۷۲

۱۲۔ ایضاً، ص: ۵۰۷ ۱۳۔ ایضاً، ص: ۵۵۳

۱۴۔ امام احمد رضا خاں بریلوی (مترجم) "کنز الایمان، ترجمۃ القرآن" ص: ۱۵۷

۱۵۔ فیض احمد فیض، "نسخہ ہائے وفا" ص: ۶۱۹

۱۶۔ ایضاً، ص: ۱۲۶ ۱۷۔ ایضاً، ص: ۵۳۵ ۱۸۔ ایضاً، ص: ۳۳۲، ۳۳۱

۱۹۔ آفتاب احمد، ڈاکٹر، "لب پہ حرف غزل، دل میں قندیل غم" مشمولہ، "فیض احمد فیض کی شاعری" مرتب، اشتیاق احمد، لاہور، کتاب سرائے، ۲۰۱۰ء، ص: ۲۲۰

۲۰۔ فیض احمد فیض، "نسخہ ہائے وفا"، ص: ۶۵۶

۲۱۔ آفتاب احمد، ڈاکٹر، "لب پہ حرف غزل، دل میں قندیل غم" ص: ۲۲۲